حضرت ابراہیمؑ کی پکار

غلام جیلانی برق

آج سے ساڑھے چار ہزار سال پہلے جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر صحرائے عرب کے ایک غیر آباد گوشے میں عبادت گذاروں کے لیے ایک چھوٹا سا گھر بنا رہے تھے تو اس وقت اللہ نے حضرت خلیلؑ کو ہدایت فرمائی:

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۔ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ ۔ (الحج ۲۷-۲۸)

(لوگوں کو حج کے لیے پکارو۔ یہ بیت اللہ کی طرف دور دراز منازل سے پیادہ اور دُبلی سواریوں پر آئیں گے۔ تاکہ منافع حاصل کریں اور اللہ کو حج کے مقررہ ایام میں یاد کریں)

یہ آواز رفتہ رفتہ دنیا کے بعید ترین کناروں تک پھیل گئی اور تاریخ کے کانوں میں گونجتی ہوئی ان نسلوں تک آ پہنچی، جو آج روئے زمین پر آباد ہیں۔ نہ جانے اس پکار میں کیا تاثیر تھی کہ خشکی و تری کی تمام راہوں سے اس کی صدائے بازگشت بلند ہوئی۔ لوگ پا پیادہ، گاڑیوں، سواریوں، ریلوں، جہازوں اور طیاروں سے اس مقدس منزل کی طرف چل پڑے۔ اور اب یہ عالم ہے کہ ہر سال وہاں لاکھوں انسان جمع ہو جاتے ہیں۔

یہ وہ اجتماع ہے جس نے مشرق و مغرب کو جوڑ دیا۔ نسل و رنگ کے سارے تفرقے مٹا دیے۔ گورے اور کالے، شرقی اور غربی اور شاہ و گدا کو ایک ہی وضع و لباس، ایک ہی مقصد و منزل اور ایک جیسے عقائد و تصورات کے ساتھ ایک ہی مقام میں یوں جمع کر دیا کہ تمام امتیازات مٹ گئے۔ اور اسلامی مساوات اپنی اصلی ہیئت میں سامنے آ گئی۔

یوں تو حج کے کئی فوائد ہیں لیکن قرآن مجید نے صرف دو کا ذکر کیا ہے۔

اوّل ـــــ حصول منافع　　　　دوم ـــــ اللہ کا ذکر

دخانی جہاز، ریلیں اور طیارے، صدی ڈیڑھ صدی پہلے کی ایجاد ہیں۔ پہلے لوگ پا پیادہ یا گھوڑوں اور اونٹوں پر جاتے تھے۔ ہر دس بارہ کوس کے بعد کسی بستی میں رات گزارتے۔ وہاں کے باشندوں سے ملتے جلتے، ان کے اطوار، رہن سہن اور معاشرت کا مطالعہ کرتے۔ ان سے وہاں کے گیت، روایات اور داستانیں سنتے، اپنی سناتے، گرد و نواح کے جغرافیائی حالات دیکھتے اور واپس آکر تاریخ تہذیب، قبائل، انساب، طبقات الارض، حیوانات، نباتات اور جغرافیہ وغیرہ ایسے موضوعات پر کتابیں لکھتے تھے۔ جن کی تفصیل ابن ندیم کی الفہرست اور حاجی خلیفہ کی کشف الظنون میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آفاقیت:

جب ایک زائر مختلف بستیوں میں جا کر ہر قسم کے لوگوں سے ملتا۔ اور ان کی تہذیبوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا مزاج آفاقی بن جاتا ہے۔ یہی وہ آفاقیت ہے جس کی گواہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر دی ہے "خدایا گواہ رہنا تمام انسان بھائی بھائی ہیں" جب مسلمان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ تنگ نظری، نفرت اور تعصب کو جھٹک دیتا ہے اور رنگ و نسل کی قیود سے بالاتر ہو جاتا ہے وہ آدم و حوّا کے رشتے سے ہر ملک کے باشندے اور ہر ملت کے پیرو کو اپنا بھائی سمجھنے لگتا ہے اور اس طرح وہ محبت و اخوت کا مبلغ اور امن و سلامتی کا سفیر بن جاتا ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۝ (مائدہ - ۴۸)

(تم میں سے ہر ایک گروہ کے لیے ہم نے ایک شرع اور منہاج ٹھہرا دی (یعنی مذہبی زندگی کا طور طریقہ ٹھہرا دیا) اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا (یعنی ایک ہی طرح کی استعداد اور حالت پر پیدا کرتا اور مختلف شریعتوں اور طور طریقوں کا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوتا) لیکن (تم دیکھ رہے ہو کہ اس نے ایسا نہیں کیا اور ایسا اس لیے نہیں کیا) تاکہ جو کچھ تمہاری حالت اور ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً تمہیں دیا گیا ہے۔ اس میں تمہیں آزمائے (اور تمہارے لیے طلب و ترقی کی راہیں پیدا ہوں) پس نیکی کی راہ میں ایک

دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرو کہ تمام خرابیوں کا اصل مقصود یہی ہے۔)

معیارِ برتری

جب ہم دور دراز علاقوں میں بھی اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہر جگہ بلند کردار لوگ عزت پاتے ہیں اور ہر مقام پر تقویٰ ہی معیارِ عظمت ہے تو ہم پر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ :-

لا فضل لعربیٍ علی عجمیٍ ولا لعجمی علی عربیٍ اِنّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ۔ (خطبہ الوداع)

(کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل نہیں اللہ کے ہاں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔)

رُوحانیت

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور رُوح سے، جسم فانی ہے اور روح ابدی اور غیر فانی۔ وہ تمام اعمال جو جسم کو نشو و نما بخشتے ہیں جسمانی کہلاتے ہیں اور روح کو توانائی دینے والے روحانی، روح کو توانائی علم اور پاکیزہ اخلاق یعنی محبت، سخاوت، عبادت، خدمت اور تواضع سے حاصل ہوتی ہے۔ بوعلی سینا اور البیرونی کی عظمت علم سے تھی اور حضرت ہجویریؒ اور شیخ اجمیری چشتیؒ کی عبادت سے۔ اس زمین میں رستم جیسے پہلوان اور جہانگیر و اکبر جیسے شہنشاہ بھی خوابیدہ ہیں لیکن ان کے مزاروں پر کوئی ہاتھ دعا کے لیے نہیں اٹھتا۔ دوسری طرف ہجویری و اجمیری کی آرامگاہوں پر زائرین کا وہ ہجوم، دعا و تلاوت کی وہ کثرت اور نور و سرور کا وہ عالم رہتا ہے کہ جو دیکھتا ہے حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان بزرگوں میں اتنی کشش کیسے پیدا ہو گئی۔ کہ صدیاں بیت جانے پر بھی لوگوں کے اشتیاق و عقیدت میں کمی نہیں آئی اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے کہ یہ سب کرشمہ ہے عبادت کا۔ عبادت سے انسانیت بلند ہوتے ہوتے الوہیت کی سرحدوں کو چھونے لگتی ہے اور ہجوم سرور و مستی میں منصور پکار اٹھتا ہے۔ انا الحق (میں ہوں حقیقت) اسی منزل کو اقبالؒ نے ذوقِ خدائی کہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر عبادت آدمی کو برائیوں سے نہ روک سکے اور اس کی شخصیت میں

خدائی صفات کی جھلک نہ آسکے، تو پھر وہ عبادت نہیں کیونکہ عبادت اور برائی یکجا نہیں ہو سکتے۔

بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ جسمانیت روح کے سانچے میں ڈھلتی ہے۔ جیسی روح ویسی ہیئت و صورت، ایک شرابی، چرسی، فریبی اور بدکار کی شخصیت کبھی جاذب و دلکش نہیں ہو سکتی۔ اس سے ہر شخص کو گھن آتی ہے اور اس کی شکل نہایت مکروہ اور خوفناک بن جاتی ہے۔ بازار میں کھڑے ہو کر لوگوں کے چہرے دیکھئے، بعض پر سیاہی برس رہی ہو گی۔ اور بعض پر نحوست و ذلت۔ دوسری طرف آپ کو کچھ ایسے چہرے بھی نظر آجائیں گے جن پر علم و عبادت کی روشنیاں کھیل رہی ہوں گی۔ یہ چہرے ہمیشہ روشن رہیں گے یہاں بھی وہاں بھی۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ (عبس ۳۸—۴۲)

(اس دن کچھ چہرے روشن، ہشاش بشاش، تروتازہ ہوں گے، اور کچھ ایسے بھی جن پر ایک تہ گرد کی ہو گی اور دوسری سیاہی کی۔ یہ بدکار، منکرینِ حق کے چہرے ہوں گے)

آج دنیائے انسانیت کا سب سے بڑا المیہ فقدانِ عبادت ہے۔ نتیجہ یہ کہ چہرے چمک سے، شخصیت جاذبیت سے اور دل سکون سے محروم ہو چکے ہیں اور انسان داخلی طور پر کھوکھلا ہو گیا ہے، روحانیت (یعنی اخلاقی استحکام، عبادت اور محبت) اساسِ بقا ہے، یہ نہ رہے تو قومیں اسی طرح تباہ ہو جاتی ہیں جیسے ڈیڑھ سو سال پہلے مغل تباہ ہوئے تھے اور آج بھی ہم بلند اخلاق سے عاری قوموں اور افراد کی تباہی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

روح کی توانائی میدانِ جنگ میں بھی کام آتی ہے۔ غزوۂ بدر میں ۳۱۳ غیر مسلح مسلمانوں نے ایک ہزار بہادرانِ قریش کو جو سرتاپا مسلح تھے شکست دی تھی۔ ؟ جنگ یرموک میں خالدؓ بن ولید نے مٹھی بھر جانبازوں سے روم کے ساٹھ ہزار سپاہیوں کو بھگا دیا تھا؟ حضرت سعد بن وقاصؓ نے چھبیس ہزار اسلامی لشکر کے ایک جیش سے ایران کے اڑھائی لاکھ سپاہیوں کو کچل دیا تھا۔ یہ کیسے ہوا، اس سوال کا جواب یہی ہے جو سیستان

۱؎ نظام الملک :۔ سیاست نامہ ۔ انگریزی ترجمہ از ہیوبرٹ ڈارک، صفحہ ۲۲،

ایران کے ایک امیر عمرو بن لیث صفاری (۲۶۵ - ۲۸۷ھ) نے بخارا کے سامانی امیر اسماعیل بن احمد (۲۷۹ - ۲۹۵ھ) کے مقابلہ میں دیا تھا۔ عمرو بن لیث صفاری کے ستر ہزار سپاہیوں کو اسماعیل کے دو ہزار سپاہیوں نے شکست فاش دی اور عمرو گرفتار ہو کر اسمٰعیل کے سامنے پیش ہوا۔ وہاں اس نے کہا :-

"اے امیر مجھے تمہاری فوج نے نہیں بلکہ تمہارے تقوے نے شکست دی ہے"

یہی وہ تقویٰ ہے جس کا سراغ پانے اور جسے اپنانے کے لیے ہم حرمین کا سفر کرتے ہیں۔ تقوے وہ توانائی ہے جس کے سامنے بڑے بڑے خود سر و مغرور انسان جھک جاتے ہیں۔ یہ ہماری حیاتِ فانیہ کو غیر فانی بنا دیتی ہے بوقت ضرورت بجلیوں، آندھیوں، زلزلوں اور طوفانوں کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتی ہے اس کے صرفِ قم سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں اور اس کی ضرب سے سمندر پھٹ جاتے ہیں۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۔ (حج - ۳۷)

(اللہ تک نہ تو قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ لہو بلکہ صرف تقویٰ پہنچتا ہے)

چنانچہ تقوے ہی وہ ایک زینہ ہے جو انسان کو بلندیوں تک پہنچا سکتا ہے۔ تمام انبیاء اولیاء نے اسی زینے سے کام لیا اور ہم بھی اسی سے زندگی کی حقیقی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

مومناں را فطرت افروز است حج ہجرت آموز و وطن سوز است حج

طاعتے سرمایۂ جمعیتے ربطِ اوراقِ کتابِ ملتے (اقبال)

(حج اہل ایمان کو فطرت کا درس دیتا ہے۔ یہ ہجرت پر آمادہ کرتا اور تصوراتِ وطنیت کو جلا بخشتا ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو وحدت و جمعیت کا سرمایہ اور کتاب ملت کا شیرازہ ہے۔)

سرزمین حرم ایک ایسا تاریخی نگارستان ہے جس کا ہر ذرہ ایک ایمان افروز داستان سنا رہا ہے۔ منیٰ میں حضرت اسمٰعیل کی گردن پر چھری رکھی گئی تھی۔ تلاشِ آب میں حضرت ہاجرہؑ نے صفا و مروہ کے درمیان سات دوڑیں لگائی تھیں۔ چاہ زمزم کے مقام پر حضرت اسمٰعیل نے کبھی ایڑیاں رگڑی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا تھا جسے دنیا انسانی حقوق کے چارٹر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یہ وہ داستانیں ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کیف و سرور کی دنیا میں ڈوب جاتا ہے اسی کیفیت کا نام تقوے ہے اور یہی ہے حاصلِ حج۔

*****